صوبہ سرحد میں احمدیت کا نفوذ

مکرم محترم جناب محمّد اجمل شاہد
سابق مربی سلسلہ پشاور
سابق امیر و مشنری انچارج نائیجیریا، مغربی افریقہ

صوبہ خیبر پختونخواہ اور اس سے ملحقہ ملک افغانستان میں احمدیت کے نفوذ کی داستان انتہائی طور پر دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ آج سے تقریباً سوا صد سال قبل اٹھارھویں صدی کے اواخر میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہونے والا تھا۔ عین اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے بعض بزرگوں کو حضور کے ظاہر ہونے کی خود اطلاع دی اور اس طرح سعید الفطرت لوگوں کو آپ کو قبول کرنے کے لئے پہلے سے تیار کر دیا۔ ورنہ اس زمانہ میں یہ علاقے قادیان سے بہت دور تھے اور رسل و رسائل کے ذرائع بھی بہت محدود تھے۔ ویسے بھی ان علاقوں کے لوگ روائتی مذہبی روایات میں اس قدر جکڑے ہوئے تھے کہ ان کے لئے کسی ایسے مامور کو خاص طور پر جس کا تعلق پنجاب سے ہو ماننا آسان نہ تھا مگر خود اس علاقہ کے ایک بزرگ کو خدا تعالیٰ نے حضور کے ظہور سے متعلق اطلاع دی اور جونہی آپ نے دعویٰ فرمایا تو ان کے مرید قادیان میں حضور کی بیعت کے لئے حاضر ہو گئے۔ بلاشبہ اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کے لئے خدا تعالیٰ نے خود غیب سے سامان پیدا فرما دیئے تھے۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ صوبہ پختونخواہ کے علاقہ ضلع صوابی میں ایک گاؤں کوٹھہ نامی تھا۔ یہاں پر ایک بزرگ شخص سید امیر رحمہ اللہ علیہ رہتے تھے۔ یہ ایک عالم اور خدا رسیدہ انسان تھے۔ ان کی نیکی اور تقویٰ کا شہرہ سب علاقہ میں تھا اور بہت سے لوگ ان کے معتقد تھے اور ان کو ولی اللہ گردانتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس بزرگ کو کشفاً آنے والے امام کی خبر دی اور انہوں نے اس خبر سے اپنے مریدوں کو آگاہ کر دیا۔ چنانچہ ان کے ایک مرید مکرم مرزا محمد اسماعیل قندھاری نے اس کو یوں بیان فرمایا:

”ایک دن سید امیرؒ بغرض نماز تہجد وضو فرما رہے تھے۔ آپ پر کشفی کیفیت طاری

ہوئی اور افسوس سے کہا کہ ہمارا وقت گزر گیا۔ اس شخص نے جو آپ کو پانی دے رہا تھا
کہا کہ آپ کی عمر تو ابھی اس قدر نہیں۔ آپ کے ساتھی عمدہ صحت رکھتے ہیں۔ آپ
کا وقت کس طرح گزر سکتا ہے۔ حضرت سید امیرؒ نے کہا کہ تم نے میرا مطلب نہیں
سمجھا۔ جس شخص نے دنیا کی اصلاح کے واسطے پیدا ہونا تھا وہ پیدا ہو گیا ہے یعنی امام
مہدی آخرالزمان اور اب ہمارا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ امام مہدی
کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا مگر صرف اس قدر کہ اس کی
زبان پنجابی ہے اور میرے بعض لوگ اس کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔''[1]

حضرت پیر صاحب کوٹھہ شریف کا امام مہدی کے ظہور کے متعلق بیان ان کے مریدوں میں مشہور تھا اور جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر مشہور ہوئی تو مرزا محمد اسماعیل صاحب نے یہ شہادت ۱۹۰۱ء کے قریب حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کو لکھوا دی۔ ان کے علاوہ حافظ نور محمد صاحب اور بعض دیگر معززین نے حضور کی خدمت میں اس کے متعلق لکھا اور یہ سب بیانات حضور نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں درج فرما دیئے۔ مکرم پیر صاحب کی وفات ۱۲۹۴ھ میں ہوئی اور انہوں نے اپنے کشف کی بناء پر اپنی وفات سے ایک دو سال قبل امام مہدی کے ظہور کی خبر اپنے مریدوں کو دے دی تھی۔ اسی بناء پر ان کے کچھ مرید حضور پر بلا تامل ایمان لے آئے اور ان کو آپ کی صداقت پرکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ یہ گویا اس علاقہ میں احمدیت کے نفوذ کا الٰہی انتظام تھا جو آپ کی بعثت کے ساتھ ہی سعید روحوں کو قبول کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرما دیا۔ ورنہ اس علاقہ کے لوگوں کا پنجاب سے ظاہر ہونے والے مامور کو ماننا ہرگز آسان نہ تھا۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب قندھاری اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو بخوبی جانتے تھے۔ ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں ان کے ذریعہ سے

---

[1] تاریخ احمدیہ سرحد۔ مصنفہ قاضی محمد یوسف۔ صفحہ 11-12

احمدیت کا پیغام دوسروں تک پہنچا جن میں سے حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب قابل ذکر ہیں۔ پھر ان بزرگان کے ذریعہ سے اس علاقہ میں جماعت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ مکرم مرزا صاحب کو خود خدا تعالیٰ نے اس سے قبل ایک کشف کے ذریعہ حضور کے ظہور کی خبر دی تھی جس کا ذکر انہوں نے اپنے شاگرد مکرم قاضی محمد یوسف صاحب سے یوں فرمایا:

> ''ایک دن براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد قریباً ۱۸۸۷ء میں صبح نمازِ تہجد پڑھ کر اپنے مکان واقع محلہ گل بادشاہ میں اپنے مخصوص کمرہ میں مراقبہ بیٹھا تھا کہ میں نے دیکھا میرے کمرے کی چھت بجانب مشرق دیوار سے اوپر اُٹھ گئی اور تیز روشنی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد جب روشنی قدرے مدھم ہوئی تو میں نے ایک بزرگ کو سرو قد اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ میں نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور باادب دوزانو ہو کر سامنے بیٹھا اور پھر کشفی حالت بدل گئی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد جب حضرت احمد علیہ السلام کی تصویر پشاور میں آئی اور میں نے دیکھی تو میں نے شناخت کیا کہ وہ یہی حضرت احمد علیہ السلام تھے جن کو میں نے کشف میں دیکھا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک عرصہ تک یہی سمجھا کہ میرا مصافحہ کرنا ان سے بیعت کے مترادف ہے۔''[1]

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب کا یہ کشفی نظارہ کہ ان کے مکان میں روشنی مشرقی جانب سے آئی ہے اور اس روشنی کے پیکر بھی آپ کو دکھائی دیئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو حضور کے دعویٰ سے قبل بتا دیا کہ وہ روحانی روشنی جس نے ساری دنیا کو منور کرنا تھا اس کا ظہور پشاور سے مشرقی جانب سے ہوگا۔ وہ خود بھی اس سے منور ہوں گے اور ان کو خدا تعالیٰ اس نور کو آگے پہنچانے کی توفیق دے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں احمدیت اور اس کے بانی کا تعارف حضرت

پیر صاحب کوٹھہ شریف کے ذریعہ ہوا۔ بعد میں ان کے متعدد مرید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔ ان مریدوں میں سے حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں کیونکہ وہ براھین احمدیہ کے اولین خریداروں میں سے تھے۔ دعویٰ کے بعد جب حضور کی کتب ''فتح اسلام'' اور ''توضیح مرام'' منظر عام پر آئیں اور مرزا صاحب نے ان کو پڑھا تو انہوں نے ان کے متعلق فرمایا:

> ''جب حضرت احمد علیہ السلام نے کچھ عرصہ بعد ۱۸۹۱ء میں توضیح مرام اور فتح اسلام رسالے لکھے اور شائع کئے تو میرے پاس بھی بسبب براھین احمدیہ کے خریدار ہونے کے ارسال کئے۔ جب میں نے پڑھے تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کا کوئی نبی بول رہا ہے۔ کیونکہ اس سے قبل میں کتب انبیاء بنی اسرائیل سے واقف ہو چکا تھا۔ میں نے بعد از مطالعہ یہ کتب حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب کو دے دیں اور ان سے بھی کہا کہ مجھے اس شخص کے کلام سے نبیوں کے کلام کی خوشبو آ رہی ہے۔''[1]

الغرض حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب وہ عظیم خوش قسمت انسان تھے کہ جن کو مسیح آخر الزمان کی شناخت کی توفیق الٰہی اشاروں اور ذاتی مطالعہ کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ انہوں نے یہ امانت ایسے لوگوں کے سپرد کی جنہوں نے اس کا خوب حق ادا کیا۔ ان میں سے ان کے ہونہار شاگرد اور عزیز مکرم مولانا غلام حسن خان صاحب تھے۔ مکرم مولانا صاحب کی پیدائش ۱۸۵۲ء میں جہاں خان صاحب نیازی کے ہاں میانوالی میں ہوئی لیکن آپ نے اپنی ملازمت کا اکثر حصہ پشاور میں گزارا اور اس طرح پشاوری آپ کے نام کا مستقل لاحقہ بن گیا۔ یہاں پر ہی آپ کا تعلق ملازمت کے سلسلہ میں مکرم مرزا محمد اسماعیل صاحب سے ہوا اور وہ آپ کی نیکی اور تقویٰ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی بھانجی کی شادی ۱۸۷۸ء میں آپ سے کر دی اور

مولانا صاحب شادی کے بعد مکرم مرزا صاحب کے ساتھ ان کے مکان میں رہے اور تقریباً ساری زندگی یہاں گزار دی۔ مولانا صاحب کا احمدیت سے تعارف مکرم مرزا صاحب کے ذریعہ ہوا اور ان کی ہی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب ۱۸۸۸ء لدھیانہ تشریف لے گئے تو مولانا صاحب نے وہاں جا کر حضور سے ملاقات کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد جب حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو آپ نے فوری طور پر تحریری بیعت کر لی۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان تشریف لے جاتے اور حضور کی صحبت سے مستفید ہوتے۔ حضور بھی آپ کے اخلاص اور دلی محبت سے بخوبی واقف تھے اور اسی بناء پر آپ نے اپنے منجھلے بیٹے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی آپ کی دختر نیک اختر سرور جہاں سے کر دی۔ اس طرح آپ کو حضور سے قرابت داری کا رشتہ بھی میسر آیا۔

مولانا غلام حسن صاحب عالم باعمل تھے۔ آپ کو قرآن مجید سے عشق تھا۔ آپ کے درس قرآن مجید میں مقامی لوگ شوق سے شامل ہوتے اور بہت سے لوگ جماعت میں ان کے درس کے ذریعہ داخل ہوئے۔ روحانی مائدہ کے ساتھ آپ کا دسترخوان آنے والے مہمانوں کے لئے کشادہ تھا۔ غرض صوبہ سرحد میں جس کا نام اب خیبر پختونخواہ رکھ دیا گیا ہے احمدیت کے نفوذ کا بہت موثر ذریعہ مولانا غلام حسن خان صاحب کا وجود تھا۔ اسی لئے ان کی وفات پر حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے تحریر فرمایا:

''حضرت مولوی صاحب کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ وہ صوبہ سرحد میں گویا احمدیت کے ہراول دستہ کے قائد اور لیڈر تھے جن کے ذریعہ نہ صرف پشاور اور اس کے اردگرد بہت سے لوگوں نے حق کو قبول کیا بلکہ درہ خیبر کے راستہ آنے والے باشندگان افغانستان میں بھی احمدیت کا نفوذ ہوا۔''[1]

ملک محمد صفی اللہ خان قادیانی احمدی

تفصیل کے لئے پڑھیں
صوبہ خیبر پختونخواہ میں احمدیت کا نفوذ